Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 02, July-September 2024, **PP**: 192-208
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

خارجہ تعلقات میں اسلام کا قانونِ معاہدات

Islamic Principles of Agreements in International Relations

1. Dr. Muhammad Younus Javaid younusjavaid@gmail.com	*Lecturer, Government Islamia Graduate College, Kasur.*
2. Hafiza Humera Iram humairapk786@gmail.com	*Lecturer, Government Associate College for Women Bhagtanwala, Sargodha.*

How to Cite:	Dr. Muhammad Younus Javaid and Hafiza Humera Iram. 2024: "Islamic Principles of Agreements in International Relations". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (02): 192-208.
Article History:	**Received**: 15-08-2024 · **Accepted**: 05-09-2024 · **Published**: 29-09-2024
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

خارجہ تعلقات میں اسلام کا قانونِ معاہدات
Islamic Principles of Agreements in International Relations

1. **Dr. Muhammad Younus Javaid**
Lecturer, Government Islamia Graduate College, Kasur.
younusjavaid@gmail.com

2. **Hafiza Humera Imran**
Lecturer, Government Associate College for Women Bhagtanwala, Sargodha.
humairapk786@gmail.com

Abstract
This paper explores the Islamic principles governing agreements and treaties in the context of international relations, emphasizing the ethical and legal frameworks derived from Islamic jurisprudence (*fiqh*) and foundational sources like the *Qur'ān* and *Sunnah*. Islamic law underscores the sanctity of covenants (*ʿaqd*) and the imperative to uphold justice and equity in inter-state dealings, forming the basis for a moral international order. Key principles include the fulfillment of contracts (*wafāʾ bi'l-ʿuqūd*), peaceful conflict resolution (*ṣulḥ*), and the prohibition of betrayal (*ghadr*) in agreements. The paper discusses historical precedents such as the Treaty of *Ḥudaybiyyah* and its implications for modern international diplomacy, particularly the treatment of non-Muslim states and the importance of mutual consent and fairness in treaties. Additionally, the role of Islamic ethics in fostering peaceful coexistence and cooperation between nations is highlighted. By examining these principles, the paper illustrates how Islamic teachings contribute to contemporary discourse on international law, advocating for agreements based on trust, justice, and respect for human dignity.

Keywords: *Agreements, State, Principles, Contract, International Law.*

تمہید

اسلام عہد کی پابندی کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ کسی بات یا امر پر کیا گیا پختہ پیمان اور توثیق عہد کہلاتا ہے جس کی خلاف ورزی شرعاً و قانوناً جرم متصور ہوتی ہے۔[1] مفردات القرآن میں ہے:

العهدحفظ الشیء ومراعاته حالابعدحال۔[2]

عہد کے معانی کسی چیز کی پیہم نگہداشت اور خبر گیری کرنا ہیں۔

حفاظت اور پابندی کے اعتبار سے اس وثیقہ کو بھی عہدۃ کہا جاتا ہے جو فریقین عہد و پیمان کے وقت باہم لکھ لیتے ہیں۔[3] عہد کے مترادفات میں عقد، وعدہ، معاہدہ اور میثاق شامل ہیں۔ ان الفاظ میں پختگی، بندش اور کسی کام کو مکمل کرنے کا مفہوم شامل ہے:

المعاهدةهی کل اتفاق یعقدبین الدول بارادتهاالاخفاع علاقةقانونیةمعینةلقواعدقانونیة محددة۔[4]

معاہدہ ہر وہ اتفاق ہے جو مختلف ممالک کے درمیان باہمی رضامندی کے ساتھ قانونی روابط کے قیام کے لیے خاص قواعد کے تحت محدود مدت کے لیے کیا جائے۔

وہبہ الزحیلی "العلاقات الدولية فی الاسلام" میں عہد کے بارے میں رقمطراز ہیں:

عقد العهدبين الفريقين على شروط يلتزمونها۔[5]

عہد وہ معاملہ ہے جو فریقین کے مابین ان شروط کے تحت ہو جن کی رعایت دونوں کے لیے ضروری ہے۔

معلوم ہوا کہ عہد کی حقیقت میں پختگی اور توثیق کا مفہوم شامل ہے۔یہی وجہ ہے کہ عہد جن شرائط پر مبنی ہو ان کی پاس داری فریقین کے لیے لازم اور ان کا نقض جرم سمجھا جاتا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں عہد کی اہمیت

قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ میں وعدہ کی پابندی کو مؤمنین کی صفت قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس کی بازپرس اور خلاف ورزی پر وعید سنائی گئی ہے۔اس سلسلے میں متعدد آیات وارد ہیں۔چند ایک ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

- وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا۔[6]

اور عہد کو پورا کرو کیونکہ (قیامت کے دن) عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

- وَأَوْفُوابِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا۔[7]

اور اللہ کا نام لے کر جب تم آپس میں ایک دوسرے سے عہد کرو تو اس کو پورا کرو اور قسموں کو پختہ کر کے نہ توڑو اور اللہ کو تم نے اپنے اوپر ضامن ٹھہرایا ہے۔

- عقد کا لفظ بھی عہد کا مترادف ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا کہ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ۔"[8] یعنی مومنو! اپنے عقود پورے کرو۔

- وعدہ کی پاس داری مؤمنوں کی صفت قرار دی گئی ہے:وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا۔[9] یعنی مومن وہ ہیں کہ جب وہ وعدہ کرتے ہیں تو پورا کرتے ہیں۔سورہ مؤمنون میں اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رَاعُونَ۔[10] کہ مومن اپنی امانتوں اور عہد کا پاس رکھتے ہیں۔

سنت سے بھی ہمیں ایفائے عہد اور معاہدات کی پاس داری کے کئی نظائر اور فرامین ملتے ہیں۔آپ ﷺ کا فرمان ہے:

لكل غادر لواء يوم القيمة يرفع له بقدر غدره الا ولا غادر اعظم غدرامن امير عامه۔[11]

ہر غدار عہد شکن کی بے ایمانی کا اعلان کرنے کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہو گا جو اس کے غدر کے برابر ہو گا۔یاد رکھو کہ جو سردارِ قوم غدر کرے گا اس سے بڑا کوئی غدار نہیں۔

ایک اور صحیح روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من كان بينه وبين قوم عهدفلايشدعقدةولايحلهاحتى ينقضئ امدهااوينبذاليهم على سواءِ۔[12]

جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو،اس میں کوئی تغیر نہ کرے تا وقتیکہ اس کی مدت گزر جائے یا پھر اگر خیانت کا خوف ہو تو برابری ملحوظ رکھ کر ختم معاہدہ کا اعلان کر دے۔

اسی طرح نقضِ عہد کو ایک حدیث میں منافق کی خصلتوں میں شمار کیا گیا ہے۔آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

اربع خصال من كن فيه كان منافقاً خالصاً اذا حدث كذب واذا وعد اخلف واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر۔[13]

چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں پائی جائیں وہ خالص منافق ہو گا۔جب بات کرے تو جھوٹ بولے،جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے،جب معاہدہ کرے تو اس کو توڑ دے اور جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔

آپ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں بہت سے معاہدات کیے جن کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ مکی زندگی کے اخیر میں ایسا ہی ایک معاہدہ بیعت عقبہ ثانیہ کا تھا۔ یہ ایک ایسا معاہدہ تھا جس نے مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کی راہ ہموار کر دی۔ یہ اہل مدینہ اور آپ ﷺ کے مابین خارجہ تعلقات میں اہم حیثیت کا حامل تھا۔ اس کی حیثیت ایک معاہدہ عمرانی (Social Contract) کی تھی جس نے مدینہ میں مستقبل قریب میں قائم ہونے والی اسلامی ریاست کے لیے ایک مستحکم بنیاد فراہم کر دی۔[14] آپ ﷺ نے مدنی دور میں مختلف قبائل سے مختلف نوعیت کے معاہدات کیے۔ محمد صدیق قریشی لکھتے ہیں:

> جب آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ کی شہری ریاست کی بنیاد رکھی تو آپ ﷺ نے یہود کے ساتھ نیم وفاق پر رضامندی ظاہر کی۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے مدینہ کے مضافات کے مشرک قبائل کے ساتھ باہمی اعانت کے معاہدے بھی طے کیے، خاص کر بنو ع کے ساتھ، جہاں سے قریش قافلے گزرتے تھے۔ ان معاہدات میں وقت کی قید نہ لگائی گئی تھی۔ یہ معاہدات جہاں میثاق مدینہ کے سلسلہ میں مدینہ کے وقار میں اضافہ کا موجب بنے، وہاں ان کا مقصد معاشی طور پر قریش کو نقصان بھی پہنچانا تھا۔ ان معاہدات میں یہ راز بھی مضمر تھا کہ حبشہ کی طرح قریش مدینہ میں بھی مسلمانوں کا تعاقب نہ کریں اور مسلمان مدینہ میں اتنی قوت حاصل کر لیں کہ خود قریش ان کے ساتھ معاہدہ کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اس کے علاوہ مسلمان آزادی سے اپنی مذہبی اقدار کو فروغ دے سکیں۔ ان معاہدات کا ایک مقصد یہ تھا کہ مدینہ اور اس کے نواح کے یہود کو بھی متاثر کیا جاسکے جو میثاق مدینہ کے فریق ہونے کے باوجود کئی بار نقض عہد کے مرتکب ہو چکے تھے۔[15]

عقبہ میں اہل مدینہ کا رسول ﷺ سے معاہدہ اور اہل مدینہ کی دعوت پر آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بعد مدینے میں ایک منظم اسلامی سیاسی معاشرہ کی تشکیل و تنظیم کا آغاز ہوا اور ایک حقیقی اسلامی ریاست کی تاسیس عمل میں آئی۔ مدینہ آمد کے پہلے سال ہی آپ ﷺ نے اپنے یعنی مہاجرین اور مقامی باشندوں کے باہمی حقوق و فرائض کے تعین، شہر کے غیر مسلموں خاص کر یہود سے تعلقات کے قیام، شہر کی باضابطہ طور پر سیاسی تنظیم اور فوجی مدافعت کے انتظام کی غرض سے ایک دستاویز جو بالعموم "میثاق مدینہ" کے نام سے مشہور اور جسے بجا طور پر مملکت کا دستور قرار دیا گیا، مرتب کروائی۔[16] آپ ﷺ کی پوری زندگی ایفائے عہد کا زریں نمونہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی تمام زندگی نہ صرف معاہدات پر کاربند رہے بلکہ اپنے اصحاب کی تربیت بھی اسی نہج پر فرمائی۔

اسلامی ریاست کے معاہدات کے مقاصد و اہداف

ہر ریاست اپنی سیاست خارجہ میں معاہدانہ روابط اور تعلقات کو اولین حیثیت دیتی ہے۔ اس کے معاہدانہ تعلقات مختلف نوعیت کے ہو سکتے ہیں۔ یہ سیاسی بھی ہو سکتے ہیں اور دفاعی بھی، معاشی نوعیت کے بھی ہو سکتے ہیں اور اتحادی حیثیت کے بھی، کیونکہ یہ کثیر المقاصد ہونے کے ساتھ ساتھ ہمہ گیر بھی ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات ریاستوں کی حکمت عملیوں پر مرتب ہوتے ہیں اور ریاستیں ان کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی خارجہ و دفاعی حکمت عملیاں طے کرتی ہیں۔ ایک اسلامی ریاست کے معاہدات کے اہداف و مقاصد درج ذیل ہوتے ہیں:

مقصدِ اول: قیامِ امن

اسلامی ریاست امن کے قیام کے لیے معاہدات کرتی ہے۔ قرآنی تعلیمات اور نبی اکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ اس بارے میں واضح ہدایات فراہم کرتے ہیں۔ اسلام نے انسانی جان کو بڑی اہمیت دی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْفَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَ نَّمَاقَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًاوَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَ نَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا۔[17]

جو کوئی کسی کی جان لے، بغیر اس کے کہ اس نے کسی کی جان لی ہو یا زمین میں فساد کیا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا اور جس نے کسی کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچایا۔

اسی طرح زمین میں فتنہ وفساد کو سخت ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔[18]

اور فتنہ وفساد قتل سے زیادہ بڑھ کر ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے سیاستِ خارجہ میں معاہدات اور حلیفانہ تعلقات کے ضمن میں غیر معمولی توجہ فرمائی۔ آپ ﷺ کی حتی الامکان کوشش ہوتی تھی کہ جنگ وجدل سے بچا جائے۔ پرسکون فضا میسر ہو جس میں دعوتِ دین کا فریضہ بخوبی انجام دیا جا سکے اسی لیے آپ ﷺ کی ہر ممکن کوشش ہوتی تھی کہ جنگی کارروائیوں سے احتراز کیا جائے۔ لیکن جب کبھی ناگزیر ہو جاتا کہ بقائے امن اور بقائے اسلام کے لیے جنگ ایک ضروری امر ہے تو پھر آپ ﷺ نے اس بارے میں کبھی ہچکچاہٹ سے کام نہیں لیا۔ آپ ﷺ نے مکہ سے ہجرت معاہدہ عقبہ کے نتیجہ میں فرمائی اور ریاست مدینہ کو تلوار کی بجائے دستوری معاہدے سے استوار کیا۔[19]

مقصدِ دوم: ظلم کا خاتمہ

اسلامی ریاست کو ظلم کے خاتمہ کے لیے ہر ممکن کوشش وکاوش انجام دینی چاہیے۔ ظلم امن کا قاتل ہے۔ ایک روایت کا مفہوم ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے بھائی کی مدد کا حکم فرمایا چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا ہاتھ پکڑ لو یعنی اسے ظلم سے باز رکھو۔ یہ اس کے حق میں مدد شمار ہو گی۔[20] اسی طرح آپ ﷺ نے اوائل عمری میں "حلف الفضول" نامی عہد میں شمولیت کی تھی۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا تھا:

ولواُدعی به فی الاسلام لأجبت۔[21]

اگر اسلام میں مجھے کسی ایسے معاہدے کے لیے بلایا جائے گا تو میں ضرور اس کو قبول کروں گا۔

اسلام میں جہاد کا حکم ہی ظلم کے خاتمے کے لیے دیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُواْوَ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ۔[22]

جنگ کی اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن پر جنگ مسلط کی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا ہے اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر قدرت رکھنے والا ہے۔

مقصدِ سوم: مشترک امور پر باہمی اتفاق

معاہدات کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ ریاستوں اور اقوام کے مابین باہمی دلچسپی کے مشترک امور پر اتفاق رائے قائم کیا جائے۔ اسلامی ریاست کے معاہدات کا اساسی مقصد امن و امان کا قیام، ظلم کا خاتمہ، بنی نوع انسان کی فلاح اور لوگوں کے معاشی، سیاسی اور اجتماعی حقوق کی مساوات ہے۔ اسلامی حکومت عالمگیر نوعیت کی ہوتی ہے اور اس حیثیت سے بین الاقوامی تعلقات کو بروئے کار لاتی ہے لیکن اپنے اصل مقصد سے دستبردار نہیں ہوتی ہے۔[23] خارجہ تعلقات کے قیام میں معاہدات ہمیشہ عقود ات افراد کے درمیان تعلقات کا آسان طریقہ کے لحاظ سے طبعی وسیلہ رہے ہیں۔[24] ریاستوں کے درمیان سیاسی و دفاعی نوعیت کے معاہدات انسانی معاشرے کے لیے بہتری اور فلاح کی ضمانت دیتے ہیں۔ اس طرح افراد و اقوام اور ریاستیں ایک دوسرے کا حلیف بن کر رہتی ہیں اور

کسی فریق کے لیے بدعہدی کرنا آسان نہیں ہوتا۔

خصوصیاتِ معاہدہ

قبل از اسلام دنیا میں ظلم وجور کا دور دورہ تھا۔ جنگل کے قانون میں کسی قسم کے عہد وحلف کی پرواہ نہیں کی جاتی تھی۔ نظام حکومت، اجتماعی تعلقات، عقیدہ وفکر، غرض ہر شعبہ حیات میں من مرضی اور طاقت کا قانون ہی بالاتر تھا۔ ان حالات میں اسلام کا ظہور ہوا تو انسانیت کو جیسے عدل وانصاف، احترام انسانیت، وحدت انسانی جیسے پیمانے میسر آ گئے۔ فرمایا گیا:

يَاأَيُّهَاالَّذِينَ آمَنُواكُونُواقَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْعَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ۔[25]

مومنو! انصاف کے علمبر دار اور خدا کے گواہ بن جاؤ اگرچہ تمہارے اپنے، والدین یا رشتہ داروں پر ہی زد کیوں نہ پڑتی ہو۔

اسلامی تعلیمات نے غیر مسلم اقوام اور ریاستوں سے وحدت انسانیت اور بے لاگ عمل کی بنیاد پر اصولِ روابط اور تعلقات وضع کرنے کے احکامات دیئے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ان اصولوں پر خود سختی سے عمل کیا اور بین الاقوامی تعلقات کے قواعد و ضوابط کی تفصیل سے صراحت فرمادی۔ محمد صدیق قریشی کے مطابق اسلام میں معاہدات کے دو پہلو ہیں:

- کسی شخص، گروہ، قوم یا ریاست سے معاہدہ کرنے کے اساسی اصول۔
- ایفائے عہد اور نقض عہد سے متعلق اصول وضوابط۔[26]

ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ کی سیاسی وحدت اور اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے ہمہ گیر اور عالمگیر قیام امن وسلامتی کی خاطر قرب وجوار کے قبائل اور مدینہ کے تمام گروہوں سے اس طرح کے معاہدات کیے کہ جن سے لوگوں کے جان ومال کے تحفظ اور ضمیر ورائے کی مکمل آزادی کے ساتھ فیصلہ کرنے کا موقع فراہم ہوا۔[27] اسلامی ریاست بین الاقوامی تعلقات اور امور خارجہ میں معاہدات کو ایک مؤثر ذریعہ کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ اور خلفاءِ راشدینؓ کے دور میں کیے گئے معاہدات پر غور سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور اغیار کے مابین روابط کس قسم کے تھے۔ ڈاکٹر حمید اللہؒ کے بقول یہ آپ ﷺ کی خارجہ حکمت عملی کا شاندار اور بے مثال نمونہ ہی تھا کہ دس سال کے قلیل عرصہ میں اسلامی ریاست کی حدود دس لاکھ مربع میل تک پھیل گئی تھیں۔[28] اسی طرح آپ ﷺ کے عہد میں عام الوفود کے سال وفود کی تعداد مؤرخین نے 104 تک بیان کی ہے۔ آپ ﷺ کی اس کامیاب خارجہ حکمت عملی کے نتیجہ میں اسلامی ریاست نے بین الاقوامی سطح پر مذہبی، دفاعی اور معاشی کامیابیاں حاصل کیں۔ آپ ﷺ نے مدینہ کے مشرقی طرف کے قبائل اسد اور سُلیم سے معاہدات کیے تو دوسری طرف مغربی سمت کے قبائل اسلم، خزاعہ، کنانہ اور اس کی شاخوں غفار، ضمرہ، مدلج اور لیث وغیرہ سے دفاعی اور باہمی تعاون کے حلیفانہ تعلقات قائم کیے۔ اس طرح اسلامی ریاست کی حدود وسیع ہو گئی اور امن وسلامتی کا تحفظ بھی ممکن ہوا۔ جب ہم دفاعی لحاظ سے مدنی دور کے معاہدات کا تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ کی ریاست ایک آزاد، خود مختار اور مستحکم ریاست تھی جو ہجرت مدینہ کے بعد پانچ ماہ کے قلیل عرصہ میں مدینہ سے ینبوع تک کے علاقہ تک معاہدات اور حلیفانہ تعلقات کے نتیجہ میں اپنی عمل داری قائم کر چکی تھی اور اس کے بین القبائلی تعلقات وروابط مستحکم ہو چکے تھے۔[29] اسلامی تعلیمات کے مطابق معاہدہ کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

- معاہدواضح اور غیر مبہم ہونا چاہیے۔[30]
- معاہدہ تحریری ہونا چاہیے تاکہ کوئی فریق بعد میں اس کی خلاف ورزی نہ کر سکے۔

- اسلام کسی ایسے معاہدہ کی اجازت نہیں دیتا جو اسلام کی واضح تعلیمات کے خلاف ہو۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: ما من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل[31] کہ جو شرط کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے۔
- اسلام کی نظر میں وہی معاہدہ درست اور قابل ایفا ہے جس کے طے کرنے میں فریقین کی آزادانہ خود مختاری اور سکونِ قلب شامل ہو۔ [32]
- معاہدات کی تشریح و تعبیر میں کسی قسم کا ابہام نہیں پایا جانا چاہیے۔ امام شیبانیؒ اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ بعض ایسی باتیں ہیں جنہیں مسلمانوں کو مسلمہ سمجھنا چاہیے، جبکہ ان کا واضح ذکر نہ ہو۔ لیکن دیگر اقوام کو ان کی یہ تعبیر نہیں لینی چاہیے۔ ایسی باتوں کا واضح طور پر ذکر ہونا چاہیے ورنہ معاہدہ کرنے والے فریقین یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ معاہدہ کی کوئی خلاف ورزی ہے۔ دستاویز اس طریقہ سے لکھی جانی چاہیے کہ اس پر فریقین کے متعلق شہادت موجود ہو تاکہ دھوکہ دہی کا الزام ممکن ہی نہ ہو۔ [33]
- معاہدے میں اس کی تکمیل اور نفاذ سے متعلق مواعید کا ذکر واضح طور پر ہونا چاہیے۔
- اسی طرح فریقین کی جانب سے معاہدہ کو تحریری شکل دینے کے بعد نمائندہ افراد کے دستخط بھی ہونا چاہئیں جیسا کہ عہد رسالت میں ہمیں اس کی واضح مثالیں ملتی ہیں۔
- حالات کی مناسبت سے معاہدہ پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو کی جا سکتی ہے۔
- مسلم حکمران یا اسلامی ریاست کی طرف سے فسخِ معاہدہ کا اعلان اس صورت میں مؤثر اور قابل عمل تصور کیا جائے گا جبکہ فریقِ مخالف کو اس کی واضح طور پر اطلاع دی جائے گی۔ [34]

نقضِ عہد اور اس سے متعلقہ احکام

نقضِ عہد یعنی معاہدے کی خلاف ورزی عموماً دو طرح سے ہو سکتی ہے:

1. صراحتاً: اس میں ایک فریق، مخالف فریق کو واضح طور پر آگاہ کر دیتا ہے کہ وہ خود کو معاہدے کا پابند تصور نہیں کرتا۔
2. دلالۃً: اس میں نقضِ عہد کی تصریح تو نہیں ہوتی لیکن ایک فریق کا رویہ ایسا ہوتا ہے کہ جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ وہ خود کو معاہدے کا پابند نہیں سمجھتا۔[35]

قرآن کریم میں نقضِ عہد کی بعض صورتوں کا ذکر ہوا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ ان صورتوں میں معاہدہ کالعدم سمجھا جائے گا۔ ارشاد ہے:

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ۔[36]

کیا تم ایسے لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے جنہوں نے اپنے عہد توڑے اور جنہوں نے رسول کو ملک سے نکال دینے کا قصد کیا اور زیادتی کی ابتداء بھی انہوں نے کی۔

یہ بھی بیان ہوا ہے کہ معاہدین کے ساتھ وقت مقررہ تک ایفائے عہد کیا جائے جنہوں نے تم سے نقضِ عہد نہیں کیا:

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ۔[37]

بجز ان مشرکین کے جن سے تم نے معاہدے کیے پھر انہوں نے اپنے عہد برباد کرنے میں تمہارے ساتھ کوئی

کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی تو ایسے لوگوں کے ساتھ تم بھی مقررہ مدت تک عہد پورا کرو۔

فریق مخالف کی طرف سے نقض عہد کا اعلان تو نہیں ہوا لیکن اس بات کا ان کے رویہ سے علم ہو جائے کہ وہ نقض عہد کا ارتکاب کرنے والے ہیں اور مناسب موقع پر حملہ آور ہوسکتے ہیں تو اس صورت میں اسلامی ریاست از خود معاہدے کے فسخ کا اعلان کر سکتی ہے۔ تاہم وہ تنسیخ معاہدہ کی اطلاع مخالف فریق کو دینے کی پابند ہوگی۔ اس بارے میں ارشاد باری ہے:

وَ إِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ۔[38]

اور اگر تمہیں کسی قوم کی جانب سے خیانت کا قوی اندیشہ ہو تو معاہدے کو اعلانیہ اس کے آگے پھینک دو۔

یہ حکم متوقع نقض(Anticipated Breach) کی صورت میں ہوگا نہ کہ عملاً واقع شدہ نقض عہد(Actual Breach) کی صورت میں۔[39] اگر دوسرے فریق کی جانب سے نقض عہد کا اندیشہ ہو لیکن نقض عہد کا اعلان نہ کیا گیا ہو تو اس صورت میں ان سے معاہدہ کی بابت دریافت کیا جائے گا۔ جیسا کہ آپ کے اسوہ حسنہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر جب آپ ﷺ کو بنو قریظہ کی بد عہدی کے متعلق پتا چلا تو آپ ﷺ نے ان کے پاس حالات کی تصدیق کے لیے ایک وفد روانہ فرمایا جس نے واپسی پر تصدیق کی کہ وہ نقض عہد پر آمادہ ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے ان پر جنگی اقدام کیا اور کسی قسم کا نقضِ عہد کا کوئی نوٹس انہیں نہ دیا۔[40] اس طرح کی ایک اور مثال فتح مکہ کے حوالہ سے ہے جب اہل مکہ نے بنو خزاعہ پر حملہ کر کے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تو آپ ﷺ نے ان کے پاس ایک وفد تحقیق حال کے لیے بھیجا جس نے ان کے سامنے تین باتیں پیش کیں کہ ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لیں:

1. بنو خزاعہ کو تاوان اور دیت ادا کریں۔
2. مجرموں کی حمایت سے دست کش ہو جائیں۔
3. یا صلح حدیبیہ کے خاتمہ کا اعلان کر دیں۔

قریش کے نوجوانوں نے آخری بات کو قبول کیا اور سربر آوردہ لوگ اس پر خاموش رہے۔[41] بعد میں اگرچہ قریش نے تجدید کے لیے ابوسفیان کو مدینہ بھیجا لیکن رسول اکرم ﷺ نے اس سے ملاقات نہ فرمائی اور وہ خود ہی معاہدہ کی تجدید کا اعلان کر کے واپس چلا گیا۔ اس یک طرفہ تجدید کی کوئی قانونی حیثیت نہ تھی کیونکہ معاہدہ ٹوٹ جانے کے بعد اس کی تجدید کے لیے دونوں فریقین کا رضامند ہونا ایک لازم امر تھا جو کہ نہ ہو سکا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے مکہ پر لشکر کشی کی اور اس کے نتیجہ میں فتح مکہ ہوئی۔[42] آپ ﷺ کا فرمان ہے:

من كان بينه وبين قوم عهد يحلن عقدة حتى ينقضى أمدها أو ينبذ اليهم على سواء۔[43]

جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو اسے چاہیے کہ مدتِ معاہدہ ختم ہونے سے قبل عہد کا بند نہ کھولے ورنہ ان کا عہد برابری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی طرف پھینک دے۔

عہد فاروقیؓ میں ایک عیسائی قبیلے بنو تغلب سے حضرت عمر فاروقؓ کا معاہدہ ہوا تو یہ قریباً تین سو سال تک قائم رہا۔ جب کبھی اس کو کسی نے توڑنے کی کوشش کی تو خود مسلمان علماء اور فقہاء نے اس کا دفاع کیا۔ کیونکہ مسلمانوں کا طرہ امتیاز وفا ہے بد عہدی نہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

ادا الأمانة الى من ائتمنك ولا تخن من خانك۔[44]

جو تم سے دیانت داری کرے تم اس کے ساتھ دیانت داری کرو اور جو خیانت کرے تم اس سے خیانت نہ کرو۔

عصر حاضر میں غیر مسلم اقوام کا کردار ایفائے عہد کے ضمن میں دوغلی پالیسی پر مبنی رہا ہے۔ یہ مخصوص مقاصد اور اہداف کے حصول کے لیے مختلف نوعیت کے معاہدے کرتی ہیں اور ان کی آڑ میں فریب، دھوکہ دہی اور مکاری سے اپنے مفادات کی تکمیل کرتی ہیں۔ حالات کو اس نہج پر پہنچا دیا جاتا ہے کہ نہ ہی معاہدہ کی تنقیص کا اعلان کیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کی شرائط پر من و عن عمل کیا جاتا ہے۔ اسلامی ریاست کو اس بات کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ اپنے کیے گئے معاہدات کی پاس داری کرے اور جب تک فریق مخالف نقض عہد کا مرتکب نہیں ہوتا اس وقت تک تنقیص معاہدہ کی مرتکب نہ ہو۔ اسلام اس چیز کو سخت ناپسند کرتا ہے کہ معاہدہ سے بریت کا اعلان کیے بغیر کوئی اقدام کیا جائے۔ صحیح حدیث میں بیان ہوا ہے:

وكان بين معاويه وبين الروم عهد، وكان يسير نحو بلادهم حتى اذا قضى العهد غزاهم، فجاء رجل على فرس أو برزون وهو يقول: الله اكبر الله اكبر وفاالاغدر، فنظروا فاذا عمروبن عبسة، فارسل اليه معاوية فسأله، فقال:سمعت رسول اللهﷺ يقول: من كان بينه وبين قوم عهد يحلن عقدة حتى ينقضى أمدهاأوينبذ اليهم على سواء، فرجع معاوية۔[45]

حضرت معاویہؓ اور رومیوں کے مابین عہد تھا۔ جب مدتِ عہد ختم ہونے کو تھی تو انہوں نے ان پر حملہ کا ارادہ کیا۔ پس ان کے پاس گھوڑے پر ایک آدمی آیا اور وہ کہہ رہا تھا: اللہ اکبر، اللہ اکبر، عہد کی پابندی، بدعہدی نہیں، جب اس کی طرف دیکھا گیا تو آپ عمرو بن عبسہؓ تھے۔ انہیں حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا گیا تو انہوں نے آپؓ سے دریافت کیا۔ آپؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کا کسی قوم سے معاہدہ ہو اسے چاہیے کہ معاہدہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے عہد کا بند نہ کھولے ورنہ تو ان کا عہد برابری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی طرف پھینک دے۔ پس حضرت معاویہؓ واپس لوٹ گئے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ عہد اور عہد شکنی کے ضمن میں لکھتے ہیں:

یہاں خصوصیت کے ساتھ عہد شکنی کی اس بدترین قسم پر ملامت کی گئی ہے جو دنیا میں سب سے بڑھ کر موجب فساد ہوتی اور جسے بڑے اونچے درجے کے لوگ بھی کار ثواب سمجھ کر کرتے اور اپنی قوم سے داد پاتے ہیں۔ قوموں اور گروہوں کی سیاسی، معاشی اور مذہبی کشمکش میں یہ آئے دن ہوتا رہتا ہے کہ ایک قوم کا لیڈر، ایک وقت میں دوسری قوم سے معاہدہ کرتا ہے اور دوسرے وقت میں محض اپنے قومی مفاد کی خاطر یا تو اسے اعلانیہ توڑ دیتا ہے یا درپردہ اس کی خلاف ورزی کر کے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے یہ حرکتیں ایسے لوگ تک کر گزرتے ہیں جو اپنی ذاتی زندگی میں بڑے راست باز ہوتے ہیں۔[46]

گویا اسلام کی خارجہ حکمت عملی کا یہ ایک اہم اصول ہے کہ مدت معاہدہ کے ختم ہونے اور علی الاعلان معاہدہ کی تنسیخ تک کسی بھی معاہد قوم سے جنگ یا لڑائی کی اجازت نہیں دی گئی چاہے یہ لڑائی کتنے ہی نیک مقصد کے لیے کیوں نہ ہو۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ۔[47]

اور اگر وہ تم سے دین کے معاملے میں مدد چاہیں تو ان کی مدد تم پر لازم ہے مگر اس قوم کے خلاف جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو۔

علامہ قرطبیؒ اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الاأن يستنصروكم على قوم بينكم وبينهم ميثاق فلاتنصرواعليهم ولاتنقضواالعهدحتى تتم مدته۔[48]

یعنی اگر وہ تم سے ایسی قوم کے خلاف مدد چاہیں جس سے تمہارا معاہدہ ہے تو پھر عہد شکنی کرتے ہوئے ان کی مدد لازم نہیں جب تک مدت مکمل نہ ہو جائے۔

اس آیت کی رو سے اگر تمہارا کسی قوم سے معاہدہ ہو اور اس معاہد ریاست کی مسلمان اقلیت ظلم و ستم کا شکار ہو رہی ہو اور وہ تم سے مدد کی درخواست کرے تو اس کی مدد نہ کی جائے گی کیونکہ تم اس معاہدہ کی وجہ سے بندھے ہوئے ہو۔ البتہ جب مدت معاہدہ ختم ہو جائے تو تنسیخ معاہدہ کے اعلان کے بعد ان کی مدد کی جا سکتی ہے۔ معاہدہ فسخ کرنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ یا وہ خاص حالات کے تحت کیا گیا ہو یا اس کو مزید قائم رکھنا باعث مضرت ہو۔ اس صورت میں بھی فسخ کی اطلاع معاہد کو دینا ضروری اور لازم ہے۔ اگر کفار عہد پر قائم نہ رہیں اور اس کے خاتمہ کا اعلان کر دیں، طغیان اور لڑائی پر آمادہ ہوں تو ان کے خلاف طاقت استعمال کی جائے گی:

وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ۔[49]

اور اگر عہد کرنے کے بعد یہ پھر اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر حملے کرنے شروع کر دیں تو کفر کے علمبرداروں سے جنگ کرو۔

اسلامی ریاست جب کسی ریاست یا قوم کے ساتھ امن کا معاہدہ کرے تو دار السلام کے تمام باشندوں پر یہ لاگو ہو جاتا ہے۔ وہ نہ صرف خود بلکہ حکومت کو بھی مجبور کریں گے کہ وہ اس پر اس کی روح کے مطابق عمل کرے۔ اس کی کئی مثالیں ہمیں مسلم تاریخ میں ملتی ہیں کہ کس طرح فقہاء کرام نے حکومت وقت کو معاہدے کی پابندی پر مجبور کیا۔[50] فقہاء کے مطابق اگر معاہد قوم یا ریاست کے کسی ایک فرد یا کچھ لوگوں کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی ہوئی ہو جبکہ پوری قوم یا حکمران طبقہ اس معاملہ میں لاتعلق رہے تو اس سے بھی معاہدہ نہیں ٹوٹے گا۔[51]

معاہدہ کے اہم عناصر

معاہدہ کرتے وقت قرآن و سنت کی نصوص سے ہمیں درج ذیل احکام و فرامین ملتے ہیں:

- معاہدہ کی میعاد اور نافذ العمل ہونے کی تاریخ کا صراحت سے ذکر ضروری ہے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ میں اس کی میعاد دس سال کا عرصہ واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔
- معاہدہ پر سربرآوردہ افراد یا سفارتی نمائندوں کے دستخط ثبت کیے جانے چاہییں تاکہ کسی قسم کا شک یا ابہام کا عنصر شامل نہ ہو سکے۔ اس طرح بطور گواہ بھی افراد کے دستخط یا نام درج کیے جانے چاہییں۔
- ایسی صلح اور معاہدہ دراصل جہاد کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ اس سے کفر اور اس کا شر دور کیا جاتا ہے۔ اس لیے یہ معاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔[52]
- اگر صلح یا معاہدہ کرنے میں اسلام، ملک و ملت اور عوام کا فائدہ نہ ہو تو ایسی صلح اور معاہدہ کرنا جائز نہیں۔
- ضرورت کے وقت دین کی بھلائی کی خاطر غیر مسلموں سے صلح اور معاہدہ کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔
- شرائط صلح میں سے کسی شرط کی خلاف ورزی کرنا بدعہدی اور عہد شکنی ہے۔ اس سے ممانعت کی تلقین کی گئی ہے۔
- غیر مسلم سے بوقت ضرورت مدد لینا جائز ہے۔ آپ ﷺ نے بنو خزاعہ کے جاسوسوں کے ذریعہ مدد حاصل کی کیونکہ وہ

کفار مکہ کے قریب اور بآسانی خبریں معلوم کر سکتے تھے۔[53] اس سے دشمن کے علاقہ میں جاسوس بھیجنے کا بھی پتا چلتا ہے۔[54]

- سربراہ ریاست مصلحت کے پیش نظر دشمن سے صلح کی پہل کر سکتا ہے۔
- معاہدہ کرتے وقت مصلحت کے تقاضوں کو مد نظر رکھا جانا چاہیے۔ معاہدات کے متعلق بنیادی اصول یہ ہے کہ وہ کسی بھی ایسے انداز میں کیے جا سکتے ہوں جو مصلحت کا تقاضا ہو اور مصلحت کبھی اس میں ہوتی ہے کہ معاہدہ وقت کی قید کے ساتھ کیا جائے اور کبھی اس میں ہوتی ہے کہ وہ وقت کی قید کے بغیر کیا جائے۔[55]

دور حاضر میں معاہدات کے بارے میں آراء

عہد حاضر میں معاہدات کرتے وقت اسلامی ریاست کو ان مقاصد اور امور کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو اسلام کی کسی نص کے خلاف نہ ہوں۔ ریاست اور مسلمانوں کی خود مختاری اور آزادی کو سلب کرنے والے نہ ہوں۔ وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں کہ پس دور حاضر میں کوئی ممانعت نظر نہیں آتی کہ آج مسلمان دوسرے لوگوں کے ساتھ عقیدہ اور آزادی رائے کی بنیاد پر اور اسی طرح ملک اور ملکی رعایا کی زندگی، ان کی مال و دولت کی حرمت اور تقدس پر اور جرائم کی روک تھام کے لیے معاہدات کریں۔ اقوام متحدہ کا چارٹر بھی یہی ہے۔[56] اسلام کا مدعا اگر امن اور معاہدات سے حاصل ہوتا ہے تو پھر یہی راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ امام ابو یوسفؒ لکھتے ہیں:

> فالامام أن يتعاهد مع غير المسلمين اذا كان في ذلك صلاح الدين والاسلام وكان يرجوا أن يتألفهم بذلك على الاسلام۔[57]
>
> پس امام کے لیے جائز ہے کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ کرے اگر کوئی دینی مصلحت ہو اور امام کو یہ یقین بھی ہو کہ وہ ان کو اسلام کی طرف قائل کر لے گا۔

اسلامی ریاست معاہدہ اور اس کی پاس داری کو وسیع تناظر میں دیکھتی ہے۔ اس بارے میں ہمیں رہنمائی سیرت طیبہ سے حاصل ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے صحابیؓ بھی کسی دشمن سے معاہدہ کر لیتے تو آپ ﷺ اس کو جاری رکھتے۔ اس کی مثال غزوہ بدر میں ملتی ہے جب حضرت حذیفہؓ اور ان کے والد ہجرت مدینہ کے وقت کفار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے اور انہیں اس شرط پر رہا کیا گیا کہ جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ شرکت نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے ان کے اس عہد کو پورا فرماتے ہوئے جنگ میں شرکت کی اجازت نہ دی، حالانکہ اس وقت مسلمانوں کی عددی قوت کمی کا شکار تھی۔[58]

ریاست مدینہ کے چند اہم معاہدات

رسول اکرم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں مختلف افراد، قبائل، اقوام اور ریاستوں سے مختلف نوعیت کے معاہدات کیے۔ ان میں دفاعی، سیاسی، مذہبی اور معاشی غرض و غایت پنہاں تھی۔ بعثت نبوی کے بعد مکہ کے دور آخر میں آپ ﷺ نے عقبہ اولیٰ اور عقبہ اخریٰ کے معاہدات انصار سے کیے۔ محمد صدیق قریشی لکھتے ہیں کہ بیعت ہائے عقبہ مذہبی مواثیق ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی معاہدات بھی تھے۔ انہوں نے اسلام کی عظمت کی بنیاد رکھی۔ ان معاہدوں میں آپ ﷺ کی متانت، بے مثال توکل اور پروقار طرز عمل پوری طرح درخشاں ہے۔ حامد الانصاری غازی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

> آنحضرت ﷺ کے تعلقات خارجہ کا یہی وہ مرحلہ ہے جو اسلام کے خارجی تعلقات کا سنگ بنیاد ثابت ہوا۔ یہ معاہدہ اس وقت عمل میں آیا جب اہل مدینہ نے ان اساسی مقاصد کو تسلیم کر لیا جن پر ایمان لانا دنیا کی وحدت اور قیام امن کے لیے ضروری تھا۔ چنانچہ اس معاہدہ نے مدینہ کو دنیا کا دار الخلافہ بنا دیا۔[59]

گویا اس معاہدہ نے ہجرت کی طرف راستہ ہموار کر دیا اور اسلام کے بین الاقوامی تعلقات کا باقاعدہ آغاز ہونے لگا۔ اسلام کی حقیقی کامرانی کا آغاز ہوا۔ ظلم وستم کا تاریک دور چھٹ گیا اور مظلوم مسلمانوں کو ایک پر امن جائے قرار میسر آگئی۔

مدینہ تشریف لاکر رسول اللہ ﷺ نے جو اہم امور نمٹائے، ان میں سے ایک "میثاق مدینہ "جیسا بے مثال اور عہد آفریں کارنامہ تھا۔ مدینہ میں اسلامی ریاست کے صیغہ خارجہ کا یہ پہلا معاہدہ تھا جو مسلمانوں، قبائل مدینہ اور یہود کے مابین ہوا۔ ڈاکٹر حمید اللہؒ نے بجا طور پر اسے دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور قرار دیا ہے جسے خود ریاست کے حاکم اعلیٰ آنحضرت ﷺ نے نافذ کیا۔[60] اس کے ذریعہ ریاست مدینہ کا قیام باقاعدہ آئین کے تحت کیا گیا۔ آئین بھی چونکہ ایک میثاق ہوتا ہے جو کہ افراد اور حکومت کے مابین حقوق وفرائض کی حدود متعین کرتا ہے۔ اس معاہدہ کی دستاویز میں ایک لفظ "دین" بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اس لفظ میں بیک وقت مذہب اور حکومت دونوں کا مفہوم پایا جاتا ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ اس کو پیش نظر رکھے بغیر مذہب اسلام اور سیاسیات اسلام کو اچھی طرح سمجھا نہیں جاسکتا۔ [61]

میثاق مدینہ کی یہ دستاویز 52 دفعات پر مشتمل ہے۔ اولین 23 دفعات مہاجرین وانصار کے متعلق قواعد وضوابط پر مبنی ہیں اور بقیہ دفعات یہودی قبائل کے حقوق وفرائض کو متعین کرتی ہیں۔ اس دستاویز کی رو سے رسول اللہ ﷺ کو آخری عدالت کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔[62] ریاست مدینہ کو اسی دستور کی بدولت بقاء وسلامتی حاصل ہوئی۔ معاہدے نے فریقین کو اس بات کا پابند کر دیا کہ وہ تمام دنیا کے مقابل اسے ہی احترام دیں گے۔ اس میثاق نے جزیرہ نما عرب میں پہلی بار ایک مرکزی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس سے پہلے عرب میں قبائلیت کا نظام رائج تھا جس میں ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے جنگ آزمائی کرتا رہتا تھا۔[63] اس معاہدہ کی اہمیت کو مستشرقین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ Welhauusen اس بارے میں لکھتا ہے:

> Therefor the first time the talio he comes effective there it can be enforced the community at the head of which God stands and the prophet as God's Presentative has power to deliver the shadder of beloved over to avenger and it is the duty community to see that this done.[64]
>
> قصاص ودیت کا ضابطہ وہاں پہلی مرتبہ اتنا مؤثر بنا کہ اسے نافذ کیا جاسکے۔ وہ سیاسی وحدت جس کی سربراہی اللہ کے ذمہ تھی اور جہاں رسول ﷺ کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نمائندے کی تھی، یہ اختیار رکھتی تھی کہ قاتل کو منتقم کے حوالے کر سکے اور اس بات کی نگرانی کرنا بھی پوری جماعت کا کام تھا کہ ضابطہ کی تعمیل کر دی گئی ہے۔

یہ دستاویز نہ صرف اس دور میں اہمیت کی حامل تھی بلکہ آنے والے عہد کے لیے بھی اسلامی ریاست اور اس کے حکمران کے لیے رہنما اصول اور قوانین فراہم کرتی ہے کہ وہ اپنی غیر مسلم رعایا اور حلیفوں کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھیں۔

معاہدہ حدیبیہ اور اس کی اہمیت

حدیبیہ کا معاہدہ اسلامی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ صلح حدیبیہ کا یہ اقدام اس قدر مضبوط اور پختہ تھا کہ آنحضرت ﷺ جیسی عظیم المرتبت شخصیت ہی اسے انجام دے سکتی تھی جو کہ عملی لحاظ سے اس کے دوررس نتائج سے واقف تھی۔ اس معاہدہ نے قریش مکہ سے سفارتی تعلقات کی بحالی اور مذاکراتی عمل میں مدد دی۔ رسول اکرم ﷺ کی مدبرانہ خارجہ حکمت عملی کی بدولت خارجہ تعلقات کے ضمن میں اعلیٰ سفارت کاری اور سیاسی بصیرت کا مظاہرہ اہل مکہ کو مذاکرات کی میز پر لے آیا۔ اس طرح آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ایک الگ قومیت اور ریاستی حیثیت سے منوالیا۔ یہ سب آپ ﷺ کی سیاسی حکمت عملی کی بدولت

ہی ممکن ہو اور نہ یہ بھی ممکن تھا کہ آپ ﷺ بزورِ قوت مکہ میں داخل ہوتے اور فریقین کا سخت جانی نقصان ہوتا۔

حدیبیہ کے مقام پر رسول اکرم ﷺ اور کفار مکہ کے مابین سفارتی سرگرمیوں کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ قریش نے پہلے بدیل بن ورقا کو بطور سفیر روانہ کیا۔ اس نے سفارت کی مہم سے واپس آکر قریش کو بتایا کہ تمہاری جنگی تیاری بے بنیاد ہے۔ آپ ﷺ جنگ کے لیے نہیں، بلکہ زیارت کے لیے آئے ہیں۔[65] قریش کا دوسرا سفیر مکرز بن حفص تھا جبکہ تیسرا نمائندہ احابیش قبائل کا سردار حلیس بن علقمہ تھا۔ یہ دونوں آنحضرت ﷺ کے پیامِ امن کو سن کر مطمئن لوٹے۔ اس کے بعد قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا جس نے واپس جاکر قریش کو بتایا کہ میں نے قیصر و نجاشی کے درباروں میں بھی وہ حکومت نہیں دیکھی جو محمد (ﷺ) کے ہاں دیکھی ہے۔ میری رائے یہی ہے کہ ان سے صلح کرلی جائے۔ جب قریش کے اتنے سفراء مسلمانوں سے ہوکر چلے گئے تو رسول اکرم ﷺ نے اہل مکہ کی طرف اپنا سفیر روانہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس منصب پر آپ ﷺ نے خراش بن امیہؓ کو نامزد کیا۔ کچھ قریشیوں نے آپ ﷺ کے اس اونٹ کو مار ڈالا جس پر خراشؓ سوار تھے اور خود ان کو بھی قتل کرنا چاہا لیکن احابیش کی مداخلت کی بنا پر ایسا نہ ہو سکا۔ اس طرح وہ ناکام واپس آگئے۔ اب آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو بطور سفیر مکہ روانہ کیا۔ قریش نے ان کو بوجوہ روک لیا۔ اس پر یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ شہید کردیے گئے۔ یہ خبر سن کر آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی جماعت کو اکٹھا کیا اور ان سے فیصلہ کن جنگ کی بیعت لی۔[66] اس بیعت پر سورہ فتح کی یہ آیت نازل ہوئی:

لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔[67]

اللہ مؤمنوں سے خوش ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کررہے تھے۔

قریش کو جب آپ ﷺ کی تیاریوں کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اپنا آخری سفیر سہیل بن عمرو کو آپ ﷺ کے پاس معاہدہ کے لیے بھیجا۔ ردوکد کے بعد صلح نامہ تیار ہوگیا۔ اس معاہدہ کی اہم دفعات درج ذیل تھیں:

1. فریقین دس سال تک جنگ بند رکھیں گے اور امن وامان سے رہیں گے۔
2. اس سال مسلمان واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال تین دن کے لیے حرم میں قیام کریں گے۔ تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہ لائیں گے اور وہ بھی نیام میں ہوگی۔
3. اگر قریش کا کوئی فرد اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر مدینہ چلا آئے تو محمد (ﷺ) اسے واپس کرنے کے ذمہ دار ہوں گے لیکن اگر محمد (ﷺ) کے ساتھیوں میں سے کوئی مکہ آئے گا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔
4. قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو محمد (ﷺ) کے ساتھ معاہدہ میں شامل ہوجائیں یا چاہے تو قریش کے ساتھ معاہدہ میں شامل ہوجائیں۔[68]

ابھی معاہدہ لکھا نہیں گیا تھا کہ سہیل بن عمرو کے صاحبزادے ابو جندلؓ اسلام قبول کرکے مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے۔ سہیل نے ان کے بارے میں کہا کہ یہ وہ پہلا شخص ہے جس پر ہمارے تمہارے درمیان معاملہ طے ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس بارے میں اس سے استثناء مانگا لیکن اس نے انکار کردیا۔[69] اس پر آپ ﷺ نے ابو جندلؓ سے فرمایا کہ ہم نے معاہدہ میں ایک بات تسلیم کرلی ہے تو اب عہد شکنی نہیں کرسکتے۔ تمہارے اور تمہارے مظلوم ساتھیوں کے لیے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کوئی راہ نجات نکالے گا، ذرا صبر سے کام لو۔[70] بادی النظر میں معاہدہ کی شرائط مسلمانوں کے لیے ہتک آمیز معلوم ہوتی تھیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ خارجہ تعلقات کی تاریخ میں اس سے بہتر اور افضل نمونہ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا۔ یہ معاہدہ آپ ﷺ کی بے مثال ذکاوت کا آئینہ دار تھا۔[71] اس

معاہدہ سے درج ذیل اہم نتائج بر آمد ہوئے:

- فریقین کشت و خون سے تنگ آ چکے تھے۔ اس لیے امن کے وقفہ کے خواہش مند تھے۔ اگرچہ قریش کی قوت مسلمانوں کے مقابل زیادہ تھی اور یہودیوں کا مسلمانوں سے معاہدہ بھی ختم ہو چکا تھا۔[72] اس طرح مدینہ دو طرفہ خطرہ کی زد میں تھا۔ اگر مسلمان مکہ کی طرف متوجہ ہوتے تو یہود کی طرف سے مدینہ پر حملہ کا اندیشہ تھا اور اگر یہود کی سر کوبی کے لیے جایا جاتا تو مشرکین مکہ کی طرف سے جارحیت کا ڈر تھا۔[73] اس لیے تقاضا اس امر کا تھا کہ اعتدال و توازن سے کام لیا جاتا۔ صلح کو امن کا وقفہ میسر آتے ہی آپ ﷺ نے یہود کے ناپاک عزائم کی سر کوبی کی اور 7ھ میں خیبر اور اس کے اطراف کو تسخیر کر لیا۔ اس حکمت عملی سے مسلمانوں کا ایک دشمن اپنی شریر سر گرمیوں سے باز آ گیا۔
- حدیبیہ کے معاہدہ کی رو سے مسلمانوں کو ایک الگ قوم (امت) کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا۔ اس طرح سیاسی و قانونی لحاظ سے ان کی حیثیت برابر ہو گئی۔
- اس معاہدہ کی وجہ سے اسلام کو ایک مذہب کی حیثیت سے مان لیا گیا۔ امن کا وقفہ میسر آنے پر مسلمانوں کو تبلیغِ اسلام کا ایک زریں دور مل گیا۔ قریش مکہ اور مسلمانوں کے میل ملاپ میں اضافہ ہونے سے قریش مکہ کو اسلام سمجھنے اور اس سے متاثر ہونے کے مواقع ملے۔ اس طرح دو سال کے قلیل عرصہ میں مسلمانوں کی پہلی تعداد کے مساوی یا اس سے زیادہ لوگ مسلمان ہوئے۔
- قرآن کریم میں اس صلح کو فتح مبین اور نصر عزیز قرار دیا گیا: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا[74] کہ بے شک ہم نے آپ کو کھلی فتح عطا فرمائی۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا: وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا[75] یعنی اللہ نے آپؐ کو غالب نصرت عطا کی۔ سیرت نگاروں نے اس سے مراد فتح مکہ لی ہے۔[76] بعض لوگ اس سے مراد فارس اور روم کی فتوحات لیتے ہیں اور کچھ فتح خیبر کے بعد آفاق عالم پر فتوحات کے سلسلہ کو اس سے مراد لیتے ہیں۔[77]
- اس معاہدہ کی ایک شق جو کہ ظاہری لحاظ سے مسلمانوں کے خلاف تھی، وہ یہ کہ جو مسلمان مکہ آئے گا اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ جبکہ جو مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ آئے گا اسے مسلمان واپس کرنے کے پابند ہوں گے۔ لیکن جب ابو جندلؓ، ابو بصیرؓ اور ان کے ساتھی ساحل احمر پر "عیص" کے مقام پر رہنے لگے اور قریش کے تجارتی کاروانوں سے تعرض کرنے لگے تو کفار مکہ نے ان کی سر گرمیوں سے تنگ آ کر خود اس شق سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ اس طرح آپ ﷺ نے ان مسلمانوں کو مدینہ بلا لیا۔[78]
- اس عرصہ میں نبی اکرم ﷺ نے تبلیغ اسلام کے لیے عالمی سربراہانِ حکومت کو خطوط ارسال فرمائے۔ اس طرح ریاست مدینہ کی سفارتی سر گرمیاں اور خارجہ تعلقات عالمی سطح پر استوار ہوئے۔
- اس معاہدہ کی ایک شرط کے تحت کئی قبائل مسلمانوں کے حلیف بن گئے جس میں سے ایک قبیلہ بنو خزاعہ جو مکہ کے نواح میں آباد تھا، شامل تھا۔ اس طرح مسلمانوں کو مکہ کے نواح میں بھی حلیف مل گئے۔
- اسی معاہدہ کی تنسیخ سے بالآخر فتح مکہ روبہ عمل آئی۔ قرآن کریم نے اسے حدیبیہ ہی کے مقام پر فتح قرار دے دیا تھا۔ اس لیے کئی فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اصل فتح حدیبیہ کے معاہدے کی ہے نہ کہ فتح مکہ کی۔ کیونکہ فتح مکہ کا باعث یہی معاہدہ تھا۔

ان معاہدات کے علاوہ بھی آپ ﷺ نے کئی اور مختلف نوعیت کے معاہدات مختلف قبائل اور اقوام سے کیے جن کا تفصیلی ذکر کتبِ سیرت میں مذکور ہے۔

نتیجہ بحث

ہر ریاست اپنی سیاست خارجہ میں معاہدانہ روابط اور تعلقات کو اولین حیثیت دیتی ہے۔اس کے معاہدانہ تعلقات مختلف نوعیت کے ہوسکتے ہیں۔یہ سیاسی بھی ہوسکتے ہیں اور دفاعی بھی، معاشی نوعیت کے بھی ہوسکتے ہیں اور اتحادی حیثیت کے بھی، کیونکہ یہ کثیر المقاصد ہونے کے ساتھ ساتھ ہمہ گیر بھی ہوتے ہیں۔ان کے اثرات ریاستوں کی حکمت عملیوں پر مرتب ہوتے ہیں اور ریاستیں ان کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی خارجہ ودفاعی حکمت عملیاں طے کرتی ہیں۔اسلام میں معاہدات کے مقاصد واہداف میں قیام امن، ظلم کا خاتمہ اور مشترک امور پر باہمی اتفاق وغیرہ شامل ہیں۔اسلامی تعلیمات ہمیں خصوصیات معاہدہ، شرائط معاہدہ، نقض عہد اور اس سے متعلقہ احکام کے بارے میں واضح آگاہی فراہم کرتی ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

1 ابن منظور، جمال الدین محمد بن کرم، **لسان العرب**، (بیروت: دار صادر، 1955ء)، 3/311۔

2 الراغب الاصفہانی، علامہ، **مفردات القرآن**، مترجم: محمد عبدہ فلاح، (لاہور: مکتبہ قاسمیہ، 1383ھ)، ص350۔

3 ایضاً، ص229۔

4 محمد غانم، دکتور، **مبادی القانون الدولی**، (مصر: مطبعۃ النحضۃ الحدیثۃ 1961، ۱۹۶۱ء) ص516۔

5 وھبۃ الزحیلی، الدکتور، **العلاقات الدولیة فی الاسلام**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1989ء)، ص136۔

6 سورۃ بنی اسرائیل 17:34۔

7 سورۃ النحل 16:91۔

8 سورۃ المائدہ 5:1۔

9 سورۃ البقرہ 2:177۔

10 سورۃ المومنون 23:8۔

11 مسلم بن حجاج، ابوالحسین، **صحیح مسلم**، (ریاض: دارالسلام، 2015ء)، کتاب الجهاد، باب تحريم الغدر، رقم الحدیث: 4538۔

12 ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، **السنن**، (ریاض: دارالحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الجهاد، باب فی الامام یکون بینه وبین العدو عهد، رقم الحدیث: 2759۔

13 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دارالسلام، 2014ء)، کتاب الایمان، باب علامات المنافق، رقم الحدیث: 34۔

14. Ilyas Ahmad, **The Social Contract and the Islamic State**, (New Delhi: Kitab Bhavan, 1944), P. 101.

15 محمد صدیق قریشی، **رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ**، (نئی دہلی: تاج کمپنی، 1985ء)، ص131۔

16 محمد ارشد، **اسلامی ریاست کی تشکیل جدید**، (لاہور: ادارہ اسلامیات، 1997ء)، ص38۔

17 سورۃ المائدہ 5:32۔

18 سورۃ البقرہ 2:191۔

19 اسد سلیم شیخ، **رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی**، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1992ء)، ص80۔

20 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المظالم، باب لایظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، رقم الحدیث: 2444

21 ابن ہشام، عبد الملک، **سیرۃ النبی ﷺ**، مترجم: مولوی قطب الدین، (لاہور: اسلامی کتب خانہ، 2010ء)، 1/66۔

22 سورۃ الحج 22:39۔

23 حامد الانصاری غازی، **اسلام کا نظامِ حکومت**، (دہلی: ندوۃ المصنفین، 1956ء)، ص 357۔

24 محمد غانم، مبادی القانون الدولی العام، ص 9۔

25 سورۃ النساء 4:135۔

26 محمد صدیق قریشی، **رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ**، ص 128۔

27 ابن سید الناس، محمد ابو الفتح، **عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر**، (بیروت: دار الجیل 1974ء)، 1/197۔

28 حمید اللہ، ڈاکٹر، **رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی و جانشینی**، (لاہور: بیکن ہاؤس اردو بازار، 2006ء)، ص 144۔

29 ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد بن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، سن ندارد)، 2/8۔

30 سورۃ البقرۃ 2:282۔

31 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المناقب، باب المکاتب ونجومه فی کل سنة نجم، رقم الحدیث: 2560۔

32 محمد صدیق قریشی، **رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ**، ص 134۔

33 السرخسی، محمد احمد، **شرح کتاب السیر الکبیر**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1999ء)، 4/64۔

34 ایضاً، 4/7۔

35 الکاسانی، علاؤالدین، **بدائع الصنائع**، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1997ء)، 6/77۔

36 سورۃ التوبۃ 9:13۔

37 سورۃ التوبۃ 9:4۔

38 سورۃ الانفال 8:58۔

39 نقشبندی، مدرار اللہ مدرار، **قول فیصل**، (مردان: مکتبہ نوائے ملت، 1963ء)، ص 19۔

40 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المغازی، باب غزوة الاحزاب، رقم الحدیث: 3804۔

41 شبلی نعمانی، **سیرت النبی ﷺ**، (اعظم گڑھ: مطبع معارف، 1975ء)، 1/343۔

42 ابن ہشام، **سیرۃ النبی ﷺ**، 2/544۔

43 ابو داؤد، **السنن**، کتاب الجهاد، باب فی الامام یکون بینه وبین العدو عهد، رقم الحدیث: 2759۔

44 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، **السنن**، (ریاض: دار السلام، 2015ء)، ابواب البیوع، باب الوفابالعهد، رقم الحدیث: 1264۔

45 ایضاً، ابواب الجهادوالسیر، باب ما جاء فی الغدر، رقم الحدیث: 1580۔

46 مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **تفہیم القرآن**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2010ء)، 2/57۔

47 سورۃ الانفال 8:72۔

48 القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد، **الجامع لأحکام القرآن**، (قاہرۃ: مکتبۃ المصریہ العام، 1987ء)، 7/97۔

49 سورۃ التوبۃ 9:12۔

50 البلاذری، احمد بن یحییٰ، **فتوح البلدان**، مترجم: سید ابو الخیر مودودی، (لاہور: تخلیقات، 2010ء)، ص 122۔

51 السرخسی، **شرح السیر الکبیر**، 1/214۔

52 ابن القیم، علامہ، **زاد المعاد**، (کراچی: نفیس اکیڈمی، 1995ء)، 2/318۔

53 ایضاً، 2/214۔

54 ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، **فتح الباری**، (بیروت: دارالفکر، 2001ء)، 5/226۔

55 ابن القیم، علامہ، **احکام أهل الذمة**، (دمشق: دارالفکر، سن ندارد)، 1/337۔

56 وھبۃ الزحیلی، الدکتور، **آثار الحرب فی الفقة الاسلامی**، (دمشق: دارالفکر، 1998ء)، ص353۔

57 ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**، (بیروت: دارالمعرفۃ، سن ندارد)، ص207۔

58 مسلم، **صحیح مسلم**، کتاب الجهاد والسیر، باب: الوفاء بالعهد، رقم الحدیث: 4639۔

59 حامد الانصاری غازی، **اسلام کا نظام حکومت**، ص360۔

60 Hameed ullah, Dr., **The First Written Constitution in the World**, (Lahore: Qazi Publications, 1999), P. 8-9.

61 حمید اللہ، ڈاکٹر، **عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی**، (کراچی: اردو اکیڈمی، 1981ء)، ص82۔

62 حمید اللہ، ڈاکٹر، **خطبات بہاولپور**، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، 2007ء)، ص84۔

63 محمد صدیق قریشی، **رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ**، ص18۔

64 W. Max Müller and others, **The Historian's History of the World**, (Chicago: University Press, 1996), Vol. 8, P. 291.

65 ابن ہشام، **سیرۃ النبی ﷺ**، 2/500۔

66 ایضاً۔

67 سورۃ الفتح 48:18۔

68 ابن ہشام، **سیرۃ النبی ﷺ**، 2/504۔

69 ابن القیم، **زاد المعاد**، 2/307۔

70 ابن ہشام، **سیرۃ النبی ﷺ**، 2/504۔

71 محمد صدیق قریشی، **رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ**، ص203۔

72 مجید خدوری، **اسلام اور قانون جنگ و صلح**، مترجم: مولانا غلام رسول مہر، (لاہور: مکتبہ معین الادب، 1959ء)، ص294۔

73 حمید اللہ، ڈاکٹر، **رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی**، (لاہور: نگارشات، 2013ء)، ص135۔

74 سورۃ الفتح 48:1۔

75 سورۃ الفتح 48:3۔

76 ابن ہشام، **سیرۃ النبی ﷺ**، 2/506۔

77 ابن القیمؒ، **زاد المعاد**، 2/222۔

78 ابن ہشام، **سیرۃ النبی ﷺ**، 2/507۔